مساجد کے اوپر یا نیچے مکانوں اور دوکانوں کی تعمیر کا مسئلہ

بحث ونظر جلد ۴، شمارہ ۱۵، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۱ء میں ''الفتاوی'' کے ذیل میں صفحہ ۱۰۸ پر مکانوں کے اوپر مسجد کی تعمیر کے عنوان سے ایک استفتاء اور راقم الحروف کا جواب شائع ہوا ہے۔

استفتاء کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''ایک مسلم کالونی میں ایک جگہ خریدی گئی ہے اور شروع ہی سے یہ نیت ہے کہ نیچے کمرے بنائے جائیں اور کرائے پر دیئے جائیں اور یہ کرایہ مسجد کے مصرف میں خرچ ہو، نیز نیچے ہی کمروں کے بازو میں وضوخانہ اور طہارت خانہ ہو اور اوپر کی منزل پر مسجد ہو''۔

سائل نے ایک نکتہ یہ بھی اٹھایا ہے کہ:

''آج کل شہروں میں جگہ کی قلت اور تنگی ہے، اگر نیچے ہی مسجد بنائی جائے تو طہارت خانہ وغیرہ بننے کے بعد بہت تھوڑی سی جگہ بچتی ہے''۔

مستفتی کے اس سوال کے جواب میں راقم الحروف کا جواب یہ تھا:

''مسجد کی تعمیر اور بنانے کے وقت اگر بانیان مسجد نے یہ طے کرلیا کہ منصوبہ کے مطابق نیچے کی منزل ضروریات مسجد، بیت الخلاء، وضوخانہ، امام وموذن کی رہائش گاہ یا مسجد کے انتظامی اخراجات کے لئے دکانیں جو ذریعہ آمدنی ہوں، بنائی جائیں گی، اور اوپر کی منزل پر مسجد ہوگی تو ایسا کرنا جائز ہوگا''۔

جناب احمد سراج مدرسہ ریاض العلوم بھکل کرناٹک نے ''دارالافتاء دارالعلوم دیوبند'' سے اس موضوع پر ایک استفتاء پہلے کیا، سوال یہ تھا کہ اگر مسجد کا نچلا حصہ مسجد نہیں ہے، بلکہ گھر ہے اور بیت الخلاء وغیرہ گھر میں ہیں تو کیا یہ مسجد ''مسجد'' کے حکم میں ہے، یہاں اعتکاف وغیرہ کرسکتے ہیں، ویسے مسجد جب بنائی جانے والی تھی اسی وقت یہ پروگرام تھا کہ مسجد کے نیچے گھر بنایا جائے گا۔

اس سوال میں یہ صراحت موجود نہیں ہے کہ یہ گھر کسی کی ذاتی ملک ہوگا، یا مسجد کی ملک ہوگا، مفتی حبیب الرحمن صاحب خیرآبادی مفتی دارالعلوم دیوبند نے غالباً اسے اس پر محمول کیا کہ یہ گھر مسجد کی ملک نہیں بلکہ کسی دوسرے شخص کی ملک ہے، اس لئے بجا طور پر انہوں نے یہ جواب دیا کہ:

"وہ مسجد شرعی مسجد نہیں ہے، اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب حاصل نہ ہوگا، اور اس میں اعتکاف درست نہیں ہے۔" وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ"(۱) اس میں، یا اس کے نیچے اوپر کسی بندہ کا حق وابستہ نہ ہو"۔

احمد سراج صاحب نے بعد ازاں بحث ونظر میں مطبوعہ فتوی کا حوالہ دیتے ہوئے مفتی صاحب سے یہ سوال کیا کہ مسجد کے نیچے بیت الخلاء وغیرہ بنانا جائز ہے، یا نہیں اور اسی طرح دکانیں وغیرہ بھی تعمیر کی جاسکتی ہیں، یا نہیں؟ جب کہ اس کی نیت ابتداء سے ہی ہو۔

مستفتی نے یہ سوال کیا ہے کہ بحث ونظر میں جو فتوی شائع ہوا ہے کیا مجاہد الاسلام صاحب کا تفرد ہے، یا یہی مفتی بہ قول ہے؟

اب مفتی حبیب الرحمن صاحب خیر آبادی مفتی دارالعلوم دیوبند نے ۳ر شعبان ۱۴۲۱ھ کو جو فتوی جاری کیا ہے وہ درج ذیل ہے:

علامہ شامی نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے اخیر میں بحث کا خلاصہ ان الفاظ میں تحریر فرمایا ہے:

"قال فی البحر: وحاصله أن شرط كونه مسجدا أن يكون سفله وعلوه مسجدا ينقطع حق العبد عنه"(۲)۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کے نیچے کا حصہ اور اوپر کا حصہ دونوں مسجد کے لئے ہونا چاہئے کسی بندے کا اس کے ساتھ حق متعلق نہ ہونا چاہئے، اگر دکانیں ابتداء سے بنوانے کی نیت ہو جب بھی دکانیں بنوانے کے بعد کسی کو کرایہ پر دینا جائز نہ ہوگا، بلکہ ان دکانوں میں مسجد کے سامان ہی رکھے جائیں گے، اور فتاوی عالمگیری میں ہے:

"قيم المسجد لا يجوز له أن يبني حوانيت في حد المسجد، أو في فنائه؛ لأن المسجد إذا جعل حانوتا ومسكنا تسقط حرمته، هذا لايجوز، والفناء تبع للمسجد، فيكون حكمه حكم المسجد كذا في المحيط للسرخسي"۔

اور پاخانہ بھی مسجد کے مصالح میں سے نہیں ہے، لہذا مسجد کے نیچے پاخانہ کی تعمیر بھی ابتداء صحیح نہیں ہے، فقہاء کرام نے مسجد کے نیچے جو سرداب (تہ خانہ) بنانے کی اجازت دی ہے یہ صرف مصالح مسجد کے لئے ہے۔ اسی طرح اگر سرداب پر قیاس کرکے دکانیں بنوائی گئیں تو وہ مصالح کے لئے استعمال ہوں گی، یعنی چٹائی، دری، لوٹے اور دیگر مسجد کے سامان رکھے جاسکتے ہیں انہیں کرایہ پر اٹھانا ہرگز جائز نہ ہوگا، جس طرح مسجد کے تہ خانہ کو کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے۔" کمافی درالمختار: لأنه مسجد إلى عنان السماء وكذا في تحت الثرى"۔

۱۔ سورہ جن: ۱۸۔

۲۔ شامی ۳ر ۴۴۰۔

قاضی مجاہد الاسلام صاحب کو" درمختار" کی ایک عبارت "أما لو تمت المسجدية" سے دھوکہ لگا ہے۔

یعنی مسجد کی مسجدیت کے مکمل ہونے کے قبل اگر دکان بنوائی جائے تو جائز ہے، ورنہ جائز نہیں، غالبا حضرت تھانوی نے اس طرح کی بات "امداد الفتاوی" جلد دوم میں لکھی ہے، مگر اس کا یہ مطلب سمجھنا کہ دکان کو کرایہ پر دے کر مسجد کی آمدنی کا ذریعہ بنایا جائے قطعا صحیح نہیں ہے، دکان کی تعمیر مسجد کی مسجدیت کے مکمل ہونے سے پہلے تو جائز ہے، مگر اس کا استعمال صرف مصالح مسجد کے لئے ہوگا، جس طرح تہ خانہ صرف مصالح مسجد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔" كما في الإسعاف، وإذا كان السرداب أو العلو لمصالح المسجد أو كان وقفا عليه صار مسجدا فقط"۔

مستفتی احمد سراج نے پھر یہ بھی سوال وجواب کا مجموعہ اس حقیر کے پاس بھیج دیا، اور فتاوی کے اس تعارض سے جو پیچیدگی پیدا ہوئی ہے اس کو دور کرنے کی درخواست کی:

سائل نے مفتی "دارالعلوم دیوبند" سے یہ سوال کیا تھا کہ کیا بحث ونظر میں شائع شدہ فتوی قاضی مجاہد الاسلام صاحب کا تفرد ہے؟ مفتی صاحب دامت برکاتہم نے سائل کے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا، میں اولاً اس کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ علماء سلف ومعتمد اصحاب افتاء کی رائے اس قضیہ کے بارے میں معلوم کی جائے تاکہ واضح ہوجائے کہ یہ رائے تفرد اور شذوذ ہے یا نہیں، اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ (مفتی دارالعلوم دیوبند سابقاً ومفتی أعظم پاکستان) فتاوی دارالعلوم دیوبند جلد پنجم وششم صفحہ ۴۴۳) پر ایک مستفتی کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"مسجد کے نیچے دکانیں چند شرائط کے ساتھ جائز ہیں، ان میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ بانی مسجد اول بناء مسجد کے وقت یہ نیت کرے اور لوگوں میں یہ ظاہر کردے، یا تحریر لکھ دے کہ میں نے اتنے حصہ کو مسجد کے نیچے دکانیں بنانے کے لئے مخصوص کردیا ہے، اور دوسری شرط یہ ہے کہ دکانیں خاص مسجد کے مصارف کے لئے وقف کی جائیں، یہ شرط مفصلاً" شامی و عالمگیری کتاب الوقف" میں، نیز" بحرالرائق کتاب الوقف احکام المسجد" جلد خامس میں مفصل مذکور ہیں"۔

موجودہ معاصر معتمد اصحاب افتاء میں حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری راندیر ضلع سورت کا نام اہل علم کے مابین معروف ہے۔ مفتی صاحب دامت برکاتہم نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

"مسجد کی ابتدائی (پہلی) تعمیر کے وقت بانی مسجد نیت کرے کہ مسجد کے نیچے کے حصہ میں مسجد کے مفاد کے لئے دکانیں اور اوپر کے حصہ میں امام وموذن کے لئے کمرے بنانے ہیں، یعنی مسجد کی ابتدائی تعمیر کے وقت اس کے نقشہ میں دکان، کمرے بھی شامل ہوں، اور مسجد کے مفاد کے لئے وقف ہوں تو بناسکتے ہیں اور یہ شرعی مسجد سے خارج رہیں گے، اس جگہ پر حائضہ اور جنبی آدمی جاسکے گا(۱)۔ مگر ایک بار جب مسجد بن گئی اور ابتدائی تعمیر کے وقت نیچے دکان اور اوپر کے حصہ میں کمرے

۱۔ شامی ۳ر ۵۱۲۔

شامل نہ ہوں تو مسجد کے اوپر کا حصہ آسمان تک اور نیچے کا حصہ تحت الثریٰ تک مسجد کے تابع اور اسی کے حکم میں ہو چکا، اب اس کا کوئی حصہ (جزو) مسجد سے خارج نہیں کیا جا سکتا، اور اس جگہ مسجد کی آمدنی کے لئے دکان اور کمرے نہیں بنائے جا سکتے، اس جگہ کا احترام مسجد جیسا ہے، حائضہ عورت اور جنبی آدمی کا وہاں جانا درست نہیں''(۱)۔

موجودہ عہد کے ممتاز اور اکابر اصحاب افتاء میں حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم کا اسم گرامی ملک اور ملک سے باہر معروف ہے، حضرت موصوف نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ زید نیچے کی منزل میں پانچ یا چھ دکانیں بنوا کر اوپر کی منزل میں مسجد تعمیر کراتا ہے، اور نیچے کا کرایہ وصول کر کے اپنے صرف میں لاتا ہے اور مسجد کے واسطے کچھ نہیں دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ میری نیت شروع سے یہی تھی کہ نیچے کی دکانیں میری ملکیت ہوں گی، اور اوپر کی منزل مسجد رہے گی۔

یعنی بانی مسجد صورت مسئولہ میں نیچے کی منزل کو اپنی ذاتی ملک قرار دیتا ہے، اس طرح حق عبد منقطع نہیں ہوتا، اسی لئے حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے بجا طور پر یہ لکھا ہے کہ:

''صورت مسئولہ میں یہ مسجد شرعی مسجد نہیں ہوئی، اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہیں ملے گا، اگر یہ زمین پہلے سے مسجد کے لئے وقف تھی، زید کی ملکیت نہیں تھی تو زید کو ان دکانوں وغیرہ کا کرایہ اپنے کام میں لینا ہرگز جائز نہیں، مسجد پر صرف کرنا واجب ہے اور یہ دکانیں مسجد کی ہی ہوں گی۔

''ومن جعل مسجدا تحته سرداب...... كذا في الهدايه، انتهى''(۲)، وإذا كان السرداب أو العلو......''(۳)۔

اسی طرح حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے ایک مسجد جو تعمیر ہو چکی تھی اس کے نیچے تہ خانہ بنانے کی اجازت نہیں دی کہ پہلے سے تہ خانہ موجود نہیں تھا، اور اسی عبارت سے استدلال کیا ہے جس میں مسجدیت مکمل ہو جانے کے بعد اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک دوسرے فتویٰ میں فرمایا ہے:

''البتہ اگر مسجد کے بنانے کے وقت اول ہی سے کوئی جگہ مصالح مسجد کے لئے علیحدہ کر لی جائے، مثلاً: مسجد کے اوپر، یا نیچے امام کے لئے مکان، یا کرایہ کی دکانیں وغیرہ بنائی جائیں تو جائز ہے، لیکن جب بناء کے وقت مسجد بن گئی تو پھر اس کا نکالنا مسجد سے جائز نہیں...... ''صرح بهذا كله في البحر ولفظه لو بنى بيتا''(۴)۔

۱۔ فتاویٰ رحیمیہ ۳/ ۹۳، ۱۹۲۔
۲۔ فتاویٰ عالمگیری ۲/ ۴۵۵۔
۳۔ ردالمحتار ۳/ ۳۷۵، فتاویٰ محمودیہ ۱/ ۴۹۶۔
۴۔ ...... بحر کتاب الوقف ۵/ ۱۵۱، فتاویٰ دارالعلوم جلد پنجم و ششم، ۳۱۸۔

حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ سے سوال کیا گیا کہ ایک جدید مسجد تعمیر ہو رہی ہے، مسجد کے فرش، یعنی جماعت خانہ کے نیچے دکانیں تعمیر کرانے کا خیال ہے، لہذا دکانوں کی تعمیر کی بابت شرعاً کیا حکم ہے؟ حضرت مفتی صاحب نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا:

''اگر مسجد کے نیچے دکانیں تعمیر کرائی جائیں اور دکانیں مسجد کے لئے ہوں، کسی دوسرے شخص کی ملکیت اور حق کو اس میں دخل نہیں دیا جائے تو مسجد، مسجد ہو جائے گی، اگرچہ بہتر نہیں ہے''(۱)۔

اور خاتم المحققین حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی ''مجموعۃ الفتاوی'' میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ:

''مسجد چھت پر اور نیچے خلا رکھ کر دکانیں بنوا کر مسجد پر وقف کر دینا جائز ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ مسجد اوپر کی ہو، یا نیچے کی اس پر ملکیت اور حق بندے کا نہیں رہنا چاہئے، اگر نچلی منزل اور اوپر کی منزل مسجد کے متعلقات پر وقف کر دی جائے تو حق العبدان سے منقطع ہو جائے گا، اور مسجد کی مسجدیت میں خلل واقع نہیں ہوگا''(۲)۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے یہ سوال کیا گیا کہ:

''اگر مسجد بالائی منزل پر ہو اور اس کے نیچے کا خلا ضروریات و منافع و مصالح مسجد کے لئے مستعمل ہو تو مسجد مسجد کا حکم رکھتی ہے، یا نہیں؟ اور اس طرح مسجد کی تعمیر جائز ہے، یا نہیں؟''

حضرت تھانویؒ نے ''درمختار'' کا حوالہ دیتے ہوئے ۲۴/ جمادی الثانیہ ۱۳۳۳ھ کو یہ فتویٰ دیا کہ:

''اگر مسجدیت کے مکمل ہونے سے قبل ایسا کیا جائے تو جائز ہے، ورنہ ناجائز''(۳)۔

جملہ حضرات اصحاب افتاء کی ان آراء کے اظہار کا مقصد صرف اتنا ہے کہ یہ حقیر اپنی رائے میں منفرد نہیں ہے، بلکہ اکابر علماء و اصحاب افتاء، حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی اور حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوریؒ جیسے بزرگوں کا تتبع ہے۔

(۲)

ضرورت ہے کہ تھوڑی سی تحقیق اصل مسئلہ کی کر لی جائے۔

الف: نچلی منزل (گراؤنڈ فلور) سے لے کر اوپر تک مسجد ہی مسجد ہو، یہ عام مروج صورت ہے جو بلا شبہ سب سے بہتر ہے۔

۱۔ کفایۃ المفتی ۷/ ۱۷۔
۲۔ مجموعۃ الفتاوی، مولانا عبدالحی ۱/ ۱۸۷ تا ۱۹۱، کتاب المساجد۔
۳۔ امداد الفتاوی ۲/ ۷۰۷۔

ب: نچلی منزل مسجد ہو اور اوپر کی منزل رہائشی، یا تجارتی مقاصد میں استعمال ہو۔

ج: نیچے کی منزل تجارتی، یا رہائشی مقاصد میں استعمال ہو اور اوپر کی منزل مسجد ہو۔

موخر الذکر ہر دو صورت میں دو صورتیں نکل سکتی ہیں۔

ا۔ تجارتی، یا رہائشی مقاصد کے لئے مخصوص کیا ہوا تحتانی، یا فوقانی حصہ مسجد پر وقف ہے یعنی اس کی آمدنی مسجد پر خرچ ہوگی، یا اس کا کچھ حصہ مسجد سے متعلق دیگر ضروریات کے لئے استعمال ہوگا۔

۲۔ تحتانی، یا فوقانی حصہ جو تجارتی، یا رہائشی مقاصد کے لئے بنایا گیا ہے وہ کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہے اس کی آمدنی سے وہ شخص مستفید ہوتا ہے، مسجد پر اس کی آمدنی وقف نہیں۔

پھر ان سبھی صورتوں میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ تحتانی اور فوقانی منزلوں کے بارے میں یہ تفریق کہ ایک حصہ مسجد ہو اور دوسری منزل مسجد نہ ہو کر کسی اور مصرف میں استعمال کیا جائے۔

آیا بنائے مسجد کے وقت ہی یہ سب کچھ طے ہو گیا تھا، یا مسجد کی مسجدیت مکمل ہونے کے بعد ایسی تبدیلی چاہی جارہی ہے جو کہ مسجد ہو چکی ہے اس کی کسی ایک منزل، یا کسی ایک حصہ کی حیثیت بدل کر دوسرے مصرف میں لایا جائے۔

اگر مسجد کی مسجدیت مکمل ہونے کے بعد کسی قسم کی تبدیلی چاہی جائے، جس سے عین مسجد کسی مصرف میں استعمال ہو تو ایسا کرنا صحیح نہیں ہوگا، اور اگر مسجد بوقت بنائے مسجد تحتانی، یا فوقانی منزل کو قرار دیا جائے اور فوقانی، یا تحتانی منزل کو مصالح مسجد کے لئے خاص کیا جائے، یا اس کی آمدنی کو مسجد کے اوپر وقف کر دیا جائے تو جس حصہ کو عین مسجد قرار دیا گیا ہے وہ مسجد ہو جائے گی اور تحتانی، یا فوقانی منزل کے عین مسجد نہیں ہونے بلکہ مصالح مسجد کے لئے مخصوص ہونے، یا مسجد پر وقف ہونے کی وجہ سے مسجد کی مسجدیت میں کوئی نقصان نہیں ہوگا، اور جو دکانیں مسجد کے لئے وقف کی نیت سے بنوائی گئی ہیں ان کو کرایہ پر دینا درست ہوگا، اس لئے کہ صورت مذکورہ میں مسجد تحتانی منزل میں ہو، یا فوقانی منزل میں، اس کے کسی حصہ پر بھی غیر اللہ کو ملکیت حاصل نہیں ہے اور حق عبد بالکلیہ منقطع ہو چکا ہے۔ "درمختار" سے بحوالہ "بحر" جو کچھ حضرت مفتی حبیب الرحمن صاحب نے نقل فرمایا ہے، اس عبارت کا مقصد بھی یہی ہے کہ مسجد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے سفل اور علو سے حق عبد منقطع ہو جائے، اسی لئے آگے کی عبارت کا وہ حصہ جو مفتی صاحب نے اپنے فتوی میں نقل نہیں فرمایا اس میں صاحب "بحر" نے یہ صراحت کر دی ہے۔

"بخلاف ما إذا كان السرداب، والعلو موقوفا لمصالح المسجد، فهو كسرداب مسجد بيت المقدس هذا هو ظاهر الرواية، هنا روايات ضعيفة مذكورة في الهدايه"(۱)۔

ا۔ شامی ۳/۳۷۰۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ عام حالات میں تو مسجد اسی حالت میں مسجد ہو سکتی ہے جب کہ اس کا سفل اور علو مسجد کے لئے خاص ہو، اس کے برخلاف اگر مسجد کی کوئی منزل عین مسجد تو نہیں بنائی جاتی لیکن مصالح مسجد کے لئے خاص کر دی جاتی ہے، تو اصل مقصد یعنی انقطاع حق عبد موجود ہے، اس لئے جسے مسجد قرار دیا گیا ہے مسجد شرعی کے حکم میں ہوگا۔

اسی عبارت کو وضاحت کے ساتھ صاحب "اسعاف" نے لکھا ہے، جس کا حوالہ خود مفتی صاحب دامت برکاتہم نے دیا ہے اس میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ اگر علو مصالح مسجد کے لئے مخصوص ہو، یا مسجد پر وقف ہو تو مسجد مسجد ہو جائے گی اور ظاہر ہے کہ الفاظ دو استعمال کئے گئے ہیں، علو (فوقانی منزل) کا مصالح مسجد کے لئے ہونا اور دوسری صورت مسجد پر وقف ہونا، پہلی صورت سے مراد مسجد سے متعلق ضروریات، چٹائی رکھنا، پانی گرم کرنا، ٹھنڈا کرنا وغیرہ دیگر مصارف ہیں۔ اور دوسری صورت مسجد پر وقف ہونے کی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی آمدنی مسجد پر صرف کی جائے گی، یہی مطلب حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے بھی سمجھا ہے۔

مفتی صاحب نے فتاوی عالمگیری کی جس عبارت کو نقل کیا ہے کہ "منتظم مسجد کے لئے حد مسجد، یا فنائے مسجد میں دکان یا رہائش گاہ بنانا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس سے مسجد کی حرمت ساقط ہو جائے گی"۔

اس عبارت کا تعلق عین مسجد سے ہے، ظاہر ہے کہ کوئی نہیں یہ کہہ سکتا ہے کہ عین مسجد چاہے وہ اندر کا حصہ ہو یا صحن ہو، اس کو ذریعہ آمدنی بنایا جائے یا رہائش گاہ۔

زیر بحث مسئلہ میں عین مسجد وہی ہے جسے بانی نے عین مسجد قرار دیا ہے، باقی منزلیں، یا تو مسجد کے مصالح کے لئے مخصوص کی گئی ہیں، یا اس کی آمدنی کے لئے وقف کی گئی ہیں، وہ عین مسجد ہے ہی نہیں، لہذا ایسی تمام عبارتوں کا محل وہی حصہ ہے جس کو عین مسجد قرار دیا گیا ہے۔

اور اگر تحتانی منزل کو مسجد قرار دیا گیا تو فوقانی منزل اور اگر فوقانی منزل کو مسجد قرار دیا گیا تو تحتانی منزل عین مسجد ہرگز نہیں، نہ فنائے مسجد ہے، لہذا ان کو کرایہ پر لگانے سے حرمت مسجد میں کوئی فرق نہیں پڑے گا(۱)۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے اس طرح کے شبہ کا جواب دیتے ہوئے خوب لکھا ہے:

"غالبا آپ نے مرجع ضمیر "صار" کا سرداب وعلو کو سمجھا ہے سو یہ مرجع نہیں ہے، اور اس کو مسجد نہیں کہہ رہے ہیں، بلکہ مرجع اس کا وہ مسجد ہے جس کے مصالح کے لئے سرداب وعلو بنی یا وقف کیا گیا، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسجد بنائی جائے اور اس کے سرداب، یا علو کو اپنا مملوک رکھا، مسجد کے متعلق نہیں کیا تو یہ مسجد بھی مسجد نہ ہوگی، یہ مسجد اس وقت مسجد ہوگی جب اس سرداب وعلو کو مصالح مسجد کے لئے بنادے، یا مسجد پر وقف کردے اور حاصل عبارت "بحر" کا یہ ہے کہ یہ جو فقہاء کے کلام سے

ا۔ تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے مجموعۃ الفتاوی مولانا عبدالحی فرنگی محلی ۱/ ۱۸۷ تا ۱۹۱، جو بطور ضمیمہ منسلک کیا جاتا ہے۔

مفہوم ہوتا ہے کہ مسجد اس وقت مسجد ہوگی کہ اس کا علو وسفل سب مسجد ہو، سو اس کلام سے یہ نہ سمجھا جائے کہ علو وسفل بھی مسجد ہی ہو، بلکہ اس اشتراط سے اصل مقصود یہ ہے کہ اس سے حق عبد منقطع ہو جاوے، خواہ مسجدیت کی وجہ سے، یا وقف علی مسجد کی وجہ سے، پس اشتراط مسجدیت تمثیلا ہے نہ کہ حصر اور اصل اشتراط انقطاع من العبد ہے، اور اگر تمثیلا نہ ہو تو تعطیلا ہے۔ واشتراک علت سے کہ وہ انقطاع حق عبد ہے، حکم معلول بھی عام ہوگا اور جہاں انقطاع نہ ہو مسجد نہ ہوگی۔ اور ''لینقطع الخ'' سے چونکہ اس عدم انقطاع کی صورت بھی مفہوم ہوتی تھی اس اعتبار سے آگے ''بخلاف'' کہہ رہے ہیں، اور یہ قول: ''لأنه مسجد إلى عنان السماء وكذا إلى تحت الثرى'' یہ اس صورت میں ہے جب پہلے سے اس کے نیچے سے اب نہ بنایا ہو، پس تبعا سب مسجد ہو جاوے گا اور جب اول ہی اس کے نیچے سرداب بنالیا ہو تو قصد سے وہ جزو مستثنیٰ ہو جائے گا۔ ''وللقصد ترجيح على التبع''(۱)۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام زیلعیؒ کی وہ تحریر یہاں پر درج کردی جائے جس میں انہوں نے پوری طرح مسئلہ کی وضاحت کردی ہے:

''بخلاف مسجد بيت المقدس فإن السرداب فيه ليس بمملوك لأحد بل هو لمصالح المسجد حتى لو كان غيره مثله نقول بأنه صار مسجدا''(۲)۔

برخلاف مسجد بیت المقدس کے کہ اس میں تہ خانہ کسی شخص کی ذاتی ملک نہیں ہے، بلکہ وہ مسجد ہی کے مصالح کے لئے ہے، یہاں تک کہ اگر دوسری مسجد میں بھی اسی طرح تہ خانہ ہو تو ہم کہیں گے کہ وہ مسجد ہوگی۔

اور حرف آخر کے طور پر فقیہ ابو اللیث کا فیصلہ بھی ذکر کیا جاتا ہے جو امام شہاب الدین احمد شلبی نے تبیین الحقائق زیلعی کے حاشیہ پر درج کیا ہے۔

''فكل مسجد لم يكن كذلك بأن لا يكون خالصا لله لم يجز، وأورد أبو الليث هنا سوالا وجوابا فقال: فإن قيل: أليس مسجدبيت المقدس تحته مجتمع الماء، والناس ينتفعون به، قيل: إذا كان تحته شي ينتفع به عامة المسلمين يجوز، لأنه إذا انتفع به عامة المسلمين صار ذلک لله تعالى أيضا، وأما الذى اتخذ بيتا لنفسه لم يكن خالصا لله تعالى، فإن قيل: لو جعل تحته حانوتا و جعله وقفا على المسجد، قيل: لايستحب ذلک، ولكنه لو جعل فى الابتداء هكذا صار مسجدا، وما تحته صار وقفا عليه، ويجوز المسجد والوقف الذى تحته، ولو أنه بنى المسجد أولاثم أراد أن يجعل تحته حانوتا لمسجد فهو مردود باطل وينبغى أن يرد إلى حاله إلى هنا لفظ الفقيه''(۳)۔

۱۔ ۲۷ر جمادی الاولی ۱۳۳۲ھ تتمہ اربعہ ص ۳۱، امداد الفتاوی ۲ر ۷۰۹، ۷۰۸۔
۲۔ تبیین الحقائق للزیلعی ۴ر ۳۳۰۔
۳۔ حاشیہ الشلبی علی التبیین ۴ر ۳۰۰۔

پس ہر وہ مسجد جو اس طرح نہ ہو، بایں طور کہ وہ خالصۃ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ ہو سو وہ مسجد نہیں ہوگی، فقیہ ابو اللیث نے اس جگہ سوال وجواب ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

پس اگر یہ کہا جائے کہ کیا مسجد بیت المقدس کے نیچے واٹر ٹنکی ہے، جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مسجد کے نیچے کوئی ایسی چیز ہو جس سے عامۃ المسلمین فائدہ اٹھاتے ہوں تو یہ جائز ہوگا، کیونکہ عامۃ المسلمین کے اس سے فائدہ اٹھانے کی صورت میں وہ چیز خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگی، البتہ اگر اس نے اپنا ذاتی مکان تعمیر کیا تو وہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے نہ ہوگا، پس اگر یہ کہا جائے کہ مسجد کے نیچے دکان بنوائی جائے اور اسے مسجد پر وقف کردیا جائے تو حکم شرعی کیا ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ طریقہ پسندیدہ نہیں ہے، لیکن اگر بنائے مسجد کے وقت ہی ایسا کیا گیا تو وہ مسجد ہو جائے گی اور اس کے نیچے کی دکان اس پر وقف ہوگی اور مسجد اور اس کے نیچے کے حصہ کا وقف کرنا جائز ہو جائے گا، لیکن اگر اولاً مسجد بنائی گئی پھر اس کے نیچے مسجد کے واسطے دکان تعمیر کرنے کا ارادہ کیا گیا تو باطل ومردود ہوگا، اور مناسب ہوگا کہ مسجد کو اس کے سابق حال پر لوٹا دیا جائے۔

(۳)

یہ ساری بحثیں اس صورت میں ہیں جب کہ تعمیر مسجد میں بوقت بنا، کسی ایک منزل کو مسجد اور دوسری منزل کو مصالح مسجد یا اس کی ضروریات کے لئے وقف کردیا جائے، یعنی اصل جائداد میں مسجد کے علاوہ کسی کی ملک نہ ہو اور حق عبد بالکلیہ منقطع ہو جائے تو فقہ حنفی میں ظاہر روایت یہی ہے کہ یہ مسجد مسجد ہو جائے گی، لیکن مسجدیت کی تکمیل کے بعد ایسی تبدیلی جائز نہیں ہے۔

اب مسئلہ زیر بحث یہ رہ جاتا ہے کہ حق عبد منقطع نہ ہو، بلکہ کوئی ایک منزل مسجد بنادی جائے اور باقی منزلوں کو واقف اپنی ذاتی ملکیت میں برقرار رکھے تو ظاہر الروایت کا تقاضہ یہی ہے کہ یہ صورت درست نہیں اور ایسی مسجد کو شرعی قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔

ظاہر الروایۃ سے ہٹ کر چند روایات ائمہ مذہب سے اور بھی مروی ہیں، چنانچہ حسن بن زیاد نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ سے روایت کیا ہے کہ اگر نچلی منزل مسجد بنادی جائے اور اس کے اوپر رہائش گاہ تو مسجد ہوگی، وجہ اس کی یہ نقل کی ہے کہ مسجد کے مسجد ہونے کے لئے تابید اور پائداری ہمیشگی ضروری ہے، اوپر کی منزل میں پائیداری نہیں ہے، نیچے کی منزل زمین ہے جس میں پائیداری ہے، لہذا اگر نیچے مسجد بنائی جائے اور اوپر واقف اپنی ذاتی ملک کو برقرار رکھے تو مسجد کی تابید اور پائیداری پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اس لئے وہ مسجد ہو جائے گی، صاحب ''ہدایہ'' کے الفاظ یہ ہیں:

''ولو كان السرداب لمصالح المسجد جاز كما فى مسجدبيت المقدس، وروى الحسن

ذلک عنہ أنہ قال: إذا جعل السفل مسجدا علی ظهره مسكن فهو مسجد؛ لأن المسجد مما يتأبد، يتحقق في السفل دون العلو"(۱)۔

اور اگر تہ خانہ مصالح مسجد کے لئے ہو تو جائز ہوگا، جیسا کہ مسجد بیت المقدس میں ہے، اور حسن بن زیاد نے امام صاحب سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر نیچے کی منزل کو مسجد بنایا گیا اور اس کے اوپر رہائش گاہ تو وہ مسجد ہوگی اس لئے کہ مسجد تابید کا تقاضا کرتی ہے، اور تابید نیچے کی منزل میں متحقق ہوگی نہ کہ اوپر کی منزل میں۔

علامہ ابن الہمام نے "فتح القدیر" میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے کہ اگر کسی شخص نے مسجد تعمیر کی اور اس کے نیچے تہ خانہ، یا اس کے اوپر رہائشی مکان رکھا اور مسجد کا دروازہ راستہ کی طرف کردیا تو یہ مسجد، مسجد شرعی نہیں ہوگی، اس لئے کہ حق عبد اس سے متعلق ہے، لہذا وہ خالصتاً اللہ تعالی کے لئے نہیں ہوئی، بخلاف اس کے کہ اگر تہ خانہ مصالح مسجد کے لئے رکھ دیا گیا تو جائز ہو جائے گا۔ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابن الہمام تحریر فرماتے ہیں:

"اگر نچلی منزل مسجد ہو تو اوپر والوں کا بھی ایک درجہ حق نچلی منزل میں اس طرح برقرار رہتا ہے کہ وہ حضرت امام صاحب کے قول پر نچلی منزل کے مالک کو کیل لگانے، یا بعض دوسرے تصرفات سے منع کرسکتا ہے، اور اگر مسجد اوپر کی منزل پر ہوگی تو اصل زمین نچلی منزل کے مالک کی ہو جائے گی، برخلاف اس کے کہ اگر نچلی منزل، یا اوپر کی منزل مسجد کے لئے موقوف ہو تو یہ جائز ہے، اس لئے کہ اس میں کسی کی ملکیت نہیں، بلکہ وہ حصہ مصالح مسجد کی تکمیل کے لئے ہے، پس وہ مسجد بیت المقدس کے تہ خانہ کی طرح ہے، یہی ہے ظاہر مذہب، اور امام ابو حنیفہؒ سے روایت کیا گیا ہے کہ اگر نچلی منزل کو مسجد بنالیا جائے اوپر کی منزل کو چھوڑ کر تو جائز ہے، اس لئے کہ اس مسجد کو پائیداری اور تابید حاصل ہے، بخلاف اس کے کہ اوپر کی منزل کو مسجد بنایا جائے۔

امام محمد بن حسن سے جو روایت منقول ہے وہ اس کے بالکل برعکس ہے، ان کا کہنا ہے کہ مسجد اوپر ہوسکتی ہے نیچے رہائش گاہ یا ذریعہ آمدنی کی دکانیں، اس لئے کہ اگر مسجد کے اوپر رہائش گاہ، یا دکانیں بنوائی جائیں گی تو مسجد کی عظمت کے خلاف ہوگا۔

"وعن محمد علی عکس هذا؛ لان المسجد معظم، وإذا كان فوقه مسكن أو مستغل يتعذر تعظيمه"(۲)۔

پس حاصل یہ ہے کہ عام حالات میں:

۱۔ ہدایہ مع فتح القدیر ۶/ ۲۳۴۔

۲۔ حوالہ بالا۔

۱۔ ظاہر الروایہ یہ ہے کہ اگر بوقت بنائے مسجد کسی ایک منزل کو مسجد اور دوسری منزل کو مسجد کے مصالح، یا اس کی آمدنی کے لئے وقف کر کے واقف اپنی ملک سے خارج کردے تو یہ مسجد مسجد شرعی ہو جائے گی۔

۲۔ اور اگر ایک منزل کو مسجد بنا کر دوسری منزل کو واقف اپنے ذاتی استعمال کے لئے رکھے تو ظاہر الروایہ یہ ہے کہ یہ مسجد نہیں ہوگی۔

۳۔ حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق اگر نچلی منزل مسجد اور اوپر کی منزل اپنے ذاتی استعمال کے لئے رکھی جائے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک درست ہوگا۔

۴۔ امام محمد بن حسن سے ظاہر الروایہ کے خلاف یہ روایت ملتی ہے کہ اگر اوپر کی منزل مسجد بنائی جائے اور نیچے کی منزل اپنے ذاتی استعمال میں رکھی جائے تو درست ہوگا۔

اور عام حالات میں ظاہر الروایت پر عمل راقم الحروف کے نزدیک اقرب الی الفقہ، اوفق بالزمان اور قابل فتوی ہے جس پر عمل آسان ہے۔

یہ تمام اقوال و روایات عام حالات میں ہیں، مخصوص حالات میں ایک دوسرا قول بھی منقول ہے، یعنی جب حضرت امام ابو یوسفؒ بغداد میں آکر آباد ہوئے، گھنی آبادی کے اس شہر میں اراضی کی قلت دیکھی، اسی طرح امام محمد بن حسنؒ "ری" میں جاکر قیام پذیر ہوئے اور ان نو آباد شہروں میں کثرت آبادی کی وجہ سے پیدا ہونے والی تنگی کو دیکھا تو ان دونوں حضرات نے رائے دی کہ چاہے اوپر مسجد ہو، یا نیچے اور دوسری منزلوں کو ذاتی استعمال میں لایا جائے تو بھی مسجد، مسجد شرعی ہو جائے گی، اس قول کا تعلق عام اور نارمل حالات سے نہیں ہے، بلکہ ضرورت اور حاجت کی صورت میں اس رائے کو ان دونوں بزرگوں نے اختیار کیا ہے:

"وعن أبي يوسف أنه جوز الوجهين حين قدم بغداد، ورای ضيق المنازل فكأنه اعتبر الضرورة، وعن محمد أنه حين دخل "ری" أجاز ذلک کله لما قلنا"۔

اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ جب وہ بغداد میں تشریف لائے اور مکانات کی تنگی کو دیکھا تو دونوں صورتوں کو جائز قرار دیا، گویا کہ انہوں نے ضرورت کا اعتبار کیا ہے۔ اور امام محمدؒ سے منقول ہے کہ جب وہ "ری" میں قیام پذیر ہوئے تو ساری صورتوں کو جائز قرار دیا۔

صاحب "عنایہ" نے اس قول کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

"جوز في الوجهين يعني فيما إذا كان تحته سرداب، أو فوقه بيت، وعن محمد أنه أجاز ذلک کله ای ماتحته سرداب وفوقه بيت مستغل أو دكاكين"(۱)۔

۱۔ عنایہ علی ہامش الہدایہ مع الفتح ۶/ ۲۳۵۔

پس انہوں نے دونوں صورتوں کو جائز قرار دیا، یعنی اس صورت میں جب کہ مسجد کے نیچے تہ خانہ، یا اس کے اوپر گھر نایا جائے اور امام محمد سے منقول ہے کہ انہوں نے سب صورتوں کو جائز قرار دیا ہے، یعنی جب کہ اس کے نیچے تہ خانہ، یا اس کے اوپر ذریعہ آمدنی کے لئے مکان، یا دکانیں تعمیر ہوں۔

اور علامہ ابن الہمام صاحب ''فتح القدیر'' نے تحریر فرمایا ہے:

''وهذا تعليل صحيح ،لانه تعليل بالضرورة''(۱)۔

ظاہر ہے کہ یہ صورت باب ضرورت وحاجت کی ہے، جس پر مخصوص حالات میں غور کیا جاسکتا ہے۔

(فتوی حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی)

۱۔ ہدایہ مع الفتح ۲۵/۶۔

ضمیمہ

سوال: مسجد کے نیچے اس طرح کہ مسجد چھت پر اور نیچے خلا رکھ کے دکانیں بنوا کر مسجد پر وقف کردینا جائز ہے، یا نہیں اور یہ جو فقہاء نے کہا ہے کہ مسجد کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کا تحت وفوق مسجد ہی ہو، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:

فقہاء کے قول ''شرط كونه مسجدا أن يكون سفله وعلوه مسجدا لينقطع حق العبد عنه'' کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تحت وفوق کا حقیقۃً بجمیع الوجوہ مسجد ہونا ضروری ہے، اس طور پر کہ جمیع احکام مسجد کے اس پر مرتب ہوں، جیسے حرمت دخول جنب وحائض وغیرہ، بلکہ غرض یہ ہے کہ تحت وفوق دونوں کا حقوق عباد واملاک سے منقطع ہونا ضروری ہے، اگر تحت، یا فوق کسی کی ملک میں رہے گا تو البتہ مسجدیت میں خلل ہوگا، پس اگر تحت وفوق مسجد کی متعلقات پر وقف کردیے جائیں تو حق العبدان سے منقطع ہوجائے گا اور مسجد کی مسجدیت میں خلل نہ واقع ہوگا، زیلعی ''کنز'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

''ومن جعل مسجدا تحته سرداب وفوقه بيت، وجعل بابه إلى الطريق ومخرجه، أو اتخذ وسط داره مسجدا وأذن بالناس بالدخول فيه، يجوز له بيعه ويورث عنه، لأنه لم يخلص لله تعالى لبقاء حق العبد فيه، والمسجد لا يكون الا خالصا لله لما تلونا، ومع بقاء حق العبد فى أسفله، أو أعلاه أو فى جوا نبه محيطا به لا يتحقق الخلوص كله، أما إذا كان السفل مسجدا فلأن لصاحب العلو حقا فى السفل حتى لا يكون لصاحب السفل أن يحدث فيه شيئا من غير رضى صاحب العلو، وأما إذا جعل العلو مسجد ا فلأن أرض العلو ملك لصاحب السفل، وليس له من التصرفات من غير رضى صاحب السفل كالبناء وغيره بخلاف مسجدبيت المقدس، فإن السرداب فيه ليس بمملوك لأحد بل هو لمصالح المسلمين حتى لو كان غيره مثله نقول بأنه مسجد، وأما إذا اتخذ وسط داره مسجدا فلأن ملكه محيط بجوانبه، فكان له حق المنع من الدخول، والمسجد من شرطه أن لا يكون لأحد فيه حق المنع''.

اور جس نے مسجد بنائی جس کے نیچے تہ خانہ اور اوپر گھر ہو اور اس کا دروازہ راستہ کی طرف رکھا، یا گھر کے بیچ میں مسجد بنائی اور لوگوں کو اس میں داخل ہونے کی اجازت دی تو اسے حق بیع حاصل ہے، اور وہ اس کی میراث ہوگی، اس لئے کہ حق عبد باقی ہونے کی وجہ سے وہ خدا کا خالص حق نہیں رہا اور مسجد صرف حق اللہ ہی ہوا کرتی ہے، جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں، اور جب کہ اوپر نیچے، یا اطراف

میں حق عبد اس کا احاطہ کئے ہوئے ہو تو خالص حق نہیں رہا، اگر سفل مسجد ہو تو اس لئے کہ ارض علو صاحب سفل کی ملک ہے، اور مالک علو کو بلا اجازت ملک سفل میں حق تصرف حاصل نہیں، بخلاف مسجد بیت المقدس کے کہ اس کا تہ خانہ کسی کی ملک نہیں ہے، بلکہ وہ مصالح المسلمین کے لئے ہے حتی کہ اگر ایسی ہی حالت کسی اور مسجد کی ہو تو ہم اسے مسجد کہیں گے اور اگر اپنے وسط مکان کو مسجد بنایا تو اس لئے کہ وہ اس کے جوانب کے احاطہ کا مالک ہے اسے حق ہے کہ وہ لوگوں کو داخل ہونے سے روک دے، اور مسجد کے لئے ضروری ہے کہ کسی کو حق منع حاصل نہ ہو۔

اور عینی کی "شرح کنز" میں ہے:

"فإن قلت: مسجد بيت المقدس تحته سرداب، قلت: السرداب فيه ليس بمملوك لاحد بل هو لمصالح المسجد حتى لو كان غيره مثله نقول بأنه مسجد".

اگر تم کہو کہ مسجد بیت المقدس کے نیچے تہ خانہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تہ خانہ کسی کی ملک نہیں، بلکہ محض مصالح مسجد کے لئے ہے حتی کہ اگر ایسا کسی اور مسجد میں ہو تو وہ مسجد کہلائے گی۔

درمختار میں ہے:

"لو بنى بيتا فوقه للإمام لا يضر، لأنه من المصالح، أما لو تمت المسجدية، ثم أراد البناء منع ولو قال: عنيت ذلك لم يصدق".

اگر مسجد کے اوپر امام کے لئے گھر بنایا تو کوئی حرج نہیں، کیوں کہ یہ مصالح مسجد ہے اور اگر مسجد بن چکنے کے بعد اس کا قصد کیا تو وہ روکا جائے گا گو وہ یہ بھی کہے کہ میں امام کے لئے بنانا چاہتا ہوں۔

اور "ردالمحتار" میں ہے:

"يؤخذ من التعليل أن محل عدم كونه مسجدا فيما إذا كان لم يكن وقفا على مصالح المسجد، وبه صرح في "الإسعاف" فقال: وإذا كان السرداب أو العلو لمصالح المسجد أو كان وقفا عليه صار مسجدا".

اور تعلیل سے یہ بات اخذ کی جاتی ہے کہ وہ مسجد اس وقت نہ ہوگی جب مصالح مسجد پر وقف نہ ہو "اسعاف" میں اس کی صراحت کی ہے کہ جب تہ خانہ، یا اوپر کا حصہ مصالح مسجد کے لئے ہو، یا اس پر وقف ہو تو وہ مسجد ہو جائے گا۔

ان عبارتوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مسجد کے نیچے اگر خلا ہو، یا دکانیں ہوں اور وہ مسجد کے مصالح کے لئے وقف ہوں تو اس کی مسجدیت میں خلل نہ ہوگا، اور "ردالمحتار" کی عبارت اس کی موید ہے:

"بقي لو جعل الواقف تحته بيتا للخلاء هل يجوز كما في مسجد محلة الشحم في دمشق؟ لم اره صريحا، نعم سيأتي متنا في كتاب الوقف أنه لو جعل تحته سردابا لمصالحه جاز".

رہا یہ کہ اگر وقف کرنے والا مسجد کے نیچے بیت الخلا بنائے تو یہ جائز ہے، یا نہیں، جیسا کہ دمشق کے محلہ "شحم" کی مسجد میں ہے تو میں نے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں پائی، ہاں "کتاب الوقف" میں یہ مسئلہ آئے گا کہ اگر مسجد کے نیچے مصالح مسجد کے لئے تہ خانہ بنایا تو جائز ہے۔

اور "درمختار" کی اس عبارت:

"ولا يجوز أخذا الأجرة منه، ولا أن يجعل شي منه مشتغلا ولا سكنى".

اور مسجد سے اجرت حاصل کرنا، یا اس کے کسی حصہ کو کام میں لانا، یا جائے سکونت بنانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس عبارت کی غرض یہ ہے کہ نفس مسجد کے کسی قطعہ کو کرایہ پر دینا اور اسے مسکن بنانا درست نہیں ہے، چنانچہ "منہ" کا کلمہ اس پر دلالت کرتا ہے اور یہ امر "ما نحن فيه" سے علیحدہ ہے، کیونکہ 'ما نحن فيه' میں نفس مسجد کے کسی جز کو کرایہ پر دینا نہیں ہے بلکہ دکانیں زیر مسجد، مسجد سے خارج اسی کے مصالح کے واسطے بنائی گئی ہیں، پس ان کو کرایہ پر دینا بلا تردد درست ہوگا، کیونکہ واقف اور بانی مسجد نے ان کو مسجد سے خارج رکھا ہے، مگر چونکہ مسجد پر وقف کر دیا ہے، اس وجہ سے مسجد کی مسجدیت میں خلل نہ ہوگا اور یہ خیال کہ زیر مسجد خلا اسباب مسجد کے رکھنے کی نیت سے درست ہے اور کرایہ پر دینا درست نہیں ہے خیال خام ہے، کیونکہ "اسعاف" وغیرہ میں ہے:

"إذا كان السرداب، أو العلو لمصالح المسجد، أو كان وقفا عليه صار مسجدا".

جب تہ خانہ، یا اوپر کا حصہ مصالح مسجد کے لئے ہو، یا مسجد پر وقف ہو تو وہ مسجد ہو جائے گا۔

اور اس میں " أو كان وقفا عليه" کو لمصالح المسجد کے صورت پر بحرف "او" معطوف کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تہ خانہ اور بالا خانہ کا مصالح مسجد کے واسطے بنوایا جانا اور صورت ہے، اور ان دونوں کا مسجد پر وقف کیا جانا اور صورت ہے، اور دونوں صورتوں میں مسجد کی مسجدیت میں خلل نہ ہوگا، اسی بنا پر جب دکانیں مسجد کے نیچے وقف کی نیت سے بنوائی جائیں تو ان کو کرایہ پر دینا درست ہوگا، اور بسبب اس کے کہ وہ دکانیں ملک بنی آدم سے خارج ہوگئیں، ان سے علو کی مسجدیت میں خلل بھی نہ ہوگا، اگر یہ شبہ ہو کہ مسجد کے نیچے دکان بنانے سے اور اس میں کرایہ دار رکھنے سے مسجد کی حرمت میں خلل آتا ہے اور یہ ناجائز ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے:

"قیم المسجد لا یجوز له أن یبنی حوانیت فی حد المسجد، أو فی فنائه، لأن المسجد إذا جعل حانوتا و مسکنا تسقط حرمته . وهذا لایجوز، والفناء تبع للمسجد، فیکون حکمه حکم المسجد کذا في محیط السرخسی".

متولی مسجد، مسجد، یا فنائے مسجد میں دکانیں نہیں بنا سکتا، کیونکہ جب مسجد بازار اور مسکن بنا دی جائے تو اس کی حرمت فنا ہوگئی اور مسجد کی حرمت کا فنا کرنا جائز نہیں ہے، اور فنائے مسجد مسجد کا تابع ہے. پس فنا، مسجد کا حکم مسجد کا حکم ہوگا اور اسی طرح اور کتب معتبرہ میں بھی موجود ہے۔

"قیم المسجد إذا أراد أن یبنی حوانیت فی حد المسجد، أو فی فنائه لا یجوز، أما المسجد فلأنه إذا جعل المسجد مسکنا تسقط حرمةالمسجد، وأما الفضاء فلأنه تبع لمسجد".

متولی مسجد اگر حد مسجد میں دکانیں بنانے کا ارادہ کرے تو جائز نہیں ہے، مسجد تو اس وجہ سے کہ جب وہ مسکن بن جائے گی تو اس کی حرمت جاتی رہے گی اور فنا، مسجد اس وجہ سے کہ وہ مسجد کے حکم میں ہے۔

اور "حمادیہ" میں ہے:

"لو قیم المسجد أراد أن یبنی حوانیت فی حریم المسجد وفنائه، قال الفقیه أبو اللیث: لایجوز أن یجعل شیئا من المسجد مسکنا و مشتغلا".

اگر مسجد کے متولی نے ارادہ کیا کہ حریم مسجد میں دکانیں بنائے تو فقیہ ابو اللیث نے کہا ہے کہ مسجد کے کسی حصہ کو مسکن یا جائے شغل بنانا جائز نہیں ہے۔

ایسا ہی فتاوی قاضی خاں وغیرہ میں ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان عبارتوں سے ممانعت دکان بنانے کی نفس مسجد اور اس کے حریم اور فنا میں ثابت ہوتی ہے نہ کہ ممانعت بنائے دکان کی زیر مسجد، یہ بات ظاہر ہے کہ زیر مسجد نہ تو حقیقۃ مسجد ہے خصوصا جب کہ بانی مسجد نے اس کے نیچے خلا رکھا ہو اور اس کو وقف علی المسجد کیا ہو، کیونکہ وقف علی المسجد اور شئی ہے اور مسجد اور شئی ہے اور نہ فنائے مسجد ہے کہ جس کا حکم عزت وحرمت میں مثل مسجد کے ہو، کیونکہ فنائے مسجد کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی۔ "ردالمحتار" میں ہے:

"قوله کفناء مسجد هو المکان المتصل به لیس بینه و بینه طریق".

اور اگر ایسا ہی اعتبار عزت وحرمت کا کیا جائے اور اس پر عدم جواز کا فتوی دیا جائے تو لازم آتا ہے کہ اگر مسجد کے

نیچے خلا نہ ہو، بلکہ متصل مسجد دکانیں بنائی جائیں تو وہ بھی ناجائز ہوں اور اس کا کوئی قائل نہیں ہے، اور یہ گمان کہ اگر مسجد کے نیچے دکانیں بنانا اور کرایہ دار رکھنا جائز ہو تو لامحالہ وہاں بول و براز اور جماع کرنا بھی درست ہوگا۔ (حالانکہ یہ امور مسجد کے نیچے اور اوپر جائز نہیں) "درمختار" میں ہے:

"کره تحریما الوطی فوقه والبول والتغوط لأنه مسجد إلی عنان السماء".

(مسجد کے اوپر جماع، یا پیشاب کرنا اور پاخانہ پھرنا مکروہ تحریمی ہے، اس لئے کہ مسجد آسمان تک ہے)۔

اور "ردالمحتار" میں ہے:

"وکذا إلی تحت الثری کما فی البیری عن الاسبیجابی".

اور ایسا ہی تحت الثری تک، جیسا کہ "بیری" میں "اسبیجابی" سے نقل کیا ہے۔

باطل ہے اس وجہ سے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب زیر مسجد اور بالائے مسجد بانی مسجد نے کوئی مقام خارج از وقف علی المسجد نہ کیا ہو، ایسی ہی صورت میں فقہا لکھتے ہیں کہ مسجد کا فوق آسمان تک اور تحت ثری تک سب مسجد کے حکم میں ہے، نہ کہ ہر صورت میں، عبارت سابقہ "درمختار" سے واضح ہے کہ مسجد کے اوپر اگر بانی مسجد نے کوئی مکان امام کے رہنے کے واسطے بنایا تو درست ہے، حالانکہ نفس مسجد کو مسکن بنانا بالاتفاق درست نہیں ہے، پس اگر یہ حکم کہ مسجد کا فوق اور تحت سب مسجد ہے ہر صورت میں ہوتا تو امام کے رہنے کے لئے بالاخانہ مسجد کے اوپر بنانا اور اس میں امام کا رہنا جائز نہ ہوتا(١)۔

١۔ مجموعہ الفتاوی مولانا عبدالحی ا/ ١٨ تا ١٩۔